اساتذہ کے وفد سے چیئرمین کونسل کا خطاب

مورخہ 24 دسمبر 2009ء کلیہ عربی و علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ایک وفد نے اسلامی نظریاتی کونسل کا مطالعاتی دورہ کیا۔ وفد میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کلیہ عربی و علوم اسلامیہ کے اساتذہ کے علاوہ دیگر جامعات کے اساتذہ بھی شامل تھے۔اس موقع پر چیئرمین کونسل، ڈاکٹر محمد خالد مسعود نے وفد سے خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے کونسل کا مختصر اتعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے، جو قوانین کی اسلامی تشکیل کے حوالے سے پارلیمنٹ کو سفارشات پیش کرتا ہے۔اب تک کونسل 90 رپورٹیں پیش کرچکی ہے۔ دیگر کونسل میں مسائل کے حل کے لئے مذاکروں اور کانفرنسوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔اس کے علاوہ عوام کی رہنمائی کے لئے مطبوعات بھی شائع کی جاتی ہیں جن میں رسالہ اجتہاد کا اجراء قابل ذکر ہے۔

بعدازاں انہوں نے پاکستان کی جامعات میں علوم اسلامیہ کی تدریس اور کردار کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں مدارس اور جامعات میں علوم اسلامیہ کی تدریس جاری ہے، مدارس میں تعلیم مسلکی طرز پر ہے اس کے مقابلے میں جامعات سے جدید طرز تعلیم کی توقع تھی لیکن ان میں بھی مسلک کا عنصر درآگیا۔ جامعات کا مقصد آزادی فکر ہے جس کا حصول مدارس میں مشکل ہے لیکن ہم یہ آزادی فکر جامعات میں قائم نہیں کرسکے۔ پاکستان کی جامعات میں علوم اسلامیہ کا شعبہ صحیح معنوں میں فروغ نہیں پاسکا۔ تحقیق کے تقاضے جامعات میں پورے نہیں ہوسکے۔ ہماری جامعات میں علوم اسلامیہ کی تدریس کے مقاصد واضح ہونے چاہئیں۔اس وقت مذہب کے حوالے سے جو انتہاپسندی، غلو، جذباتیت اور افراط وتفریط ہے۔ اس ضمن میں جامعات کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ اسلام اور اسلامی ثقافت کی سب سے بڑی خوبی علم وعمل کا رابطہ ہے۔ سائنس جب تک فلسفہ کی شکل میں رہی، ترقی نہیں ہورہی تھی، لیکن جب سائنس عمل اور ٹیکنالوجی سے وابستہ ہوئی تو تیزی سے ترقی ہوئی۔

انہوں نے برصغیر میں علوم اسلامیہ کی تدریس کی تاریخ کے حوالے سے کہا کہ ہمارے اساتذہ کو تدریس کی تاریخ کا تنقیدی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ برصغیر میں مغل زمانے میں علوم اسلامیہ کو عقلی چیلنج درپیش تھا، حدیث پر زیادہ کام صوفیاء نے کیا جبکہ مدارس میں فقہ کی تدریس پر زیادہ زور تھا۔ سولہویں صدی میں ایران سے لوگ آئے تو فلسفہ اور منطق پر زور شروع ہوگیا اور نصاب میں علوم عقلیہ شامل ہوئے۔ استعماری دور میں سائنسی دریافت کا چیلنج سامنے آیا۔ عیسائی مشنریوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے اسلامی عقائد اور تاریخ کا مشنری نقطہ نظر سے جائزہ لیا جبکہ مدارس میں اسلامی علوم پڑھانے کا مقصد صرف اسلامی روایت کی حفاظت تھا اور ان مدارس میں نئے علوم کے لئے دروازے بند کردیئے گئے۔اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ سرسید احمد خان نے علی گڑھ کالج میں نئے علوم کی بنیاد رکھی۔ سرسید نے جو جدیدیت شروع کی اس میں علوم اسلامی کی تدریس کی بات نہیں تھی۔ مولانا شبلی نعمانی نے ندوۃ العلماء قائم کرکے کام شروع کیا۔ علی گڑھ کی تحریک سے کچھ نئے رجحانات پیدا ہوئے جس میں زیادہ تر مغربی مستشرقین کی تحریک سے اثر لیا گیا۔ 1960ء میں جامعات میں شعبہ جات کے نظام کا آغاز ہوا۔ یورپ اور امریکہ کی جامعات میں علوم اسلامیہ کو سماجی علوم کے شعبے کے تحت سامنے لایا گیا جس سے تنقیدی سوچ پیدا ہونے لگی۔

انہوں نے مزید کہا کہ اب جدید عالمگیر دور میں اسلام اور مغرب ثقافتی اور جغرافیائی لحاظ سے الگ الگ نہیں ہیں۔ وہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔اب اسلام اور مغرب کے درمیان دیوار کھڑی کرنا ناممکن ہے اور ایک دوسرے کے اثرات قبول کرنا ناگزیر ہوگیا ہے۔ جامعات کا مقصد دوسری نسل کے لئے رہنما تیار کرنا ہے۔ سارے صحابہ کرامؓ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن تمام کو تربیت دی گئی تھی کہ کوئی مسئلہ آئے تو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کیا جائے۔ ہمارے پاس اسلامی علوم کا گرانقدر خزانہ موجود ہے جس کا ہم دسواں حصہ بھی شائع نہیں کرسکے لہٰذا اس امر پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس خزانے کے باوجود ہم کیوں پیچھے رہ گئے۔

خطاب کے اختتام پر سوال وجواب کی نشست کا اہتمام کیا گیا۔